

وزیر اعلیٰ نکا نہیں لگو سکا!

غمی یار انہائی ضعیف عورت تھی۔ مختلف بیماریوں کا شکار۔ ایک طرح سے ہڈیوں کا سانس لیتا ہوا ڈھانچہ۔ مالی عسرت کی وجہ سے گھر میں کوئی ملازم بھی نہیں تھا۔ انہائی معمولی سے گھر میں ہر کام خود کرتی تھی، سوائے کھانا بنانے کے۔ کھانا بنانا اسکے بیٹے کا کام تھا۔ ادنی سا کھانا۔ گمی یار پیرانہ سالی کے اُس درجہ پر تھی کہ کام کرنے میں وقت محسوس ہوتی تھی۔ مگر ایک کام کرنا لازمی تھا۔ پورے محلے میں کسی بھی گھر میں پانی کا نکا نہیں تھا۔ کمیٹی کا واحد مہیا کردہ سرکاری ٹل محلہ سے تھوڑی دور تھا۔ بوڑھی عورت سالہا سال سے پانی کا برتن سر پر رکھتی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے محلہ سے باہر سرکاری ٹل کے پاس آتی۔ وہاں عورتوں کی لائن میں لگی ہوتی۔ اپنی باری آنے پر پانی برتن میں بھرتی۔ سر پر انہائی دشواری سے برتن رکھتی اور بڑی مشکل سے انہائی کم رفتاری سے قدم اٹھاتے ہوئے گھروں پس آ جاتی۔ آنے جانے میں تقریباً ایک سے ڈبڑھ گھنٹہ لگتا۔ اگر لائن لمبی ہو تو کبھی کبھی دو گھنٹے بھی۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ میونسل کمیٹی کے نکلے میں پانی وقت پر نہ آتا۔ بوڑھی عورت زمین پر بیٹھ جاتی اور دیگر عورتوں کی طرح انتظار کرتی رہتی۔ کئی بار یہ انتظار قیامت خیز ہوتا۔ بڑھاپا، بیماریاں اور جسمانی کمزوری کی بدولت اسے انہائی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ گمی یار روز پانی لاتی تھی شائد صدیوں سے، سینکڑوں برسوں سے۔ چلتے ہوئے اسکی ہڈیوں میں سے چھٹنے کی آواز آتی تھی مگر بدن اور روح کا رشتہ برقرار رکھنے کیلئے گمی یار مجبور تھی کہ پانی لاتی رہے، لاتی رہے۔ بیٹا کھانا بنا کر سرکاری کام پر چلا جاتا اور رات کو کافی دیر سے گھر آتا۔ ماں اور بیٹے کی ملاقات رات گئے ہی ہو پاتی۔ واپس آ کر بیٹا اپنی ماں کے پیر دباتا۔ خدمت کرتا۔ اسکے بعد ماں کے قدموں کے نزدیک ایک چوبی تخت پوش پر سو جاتا۔ لکڑی کے اس بیٹھ نما بیڈ پر معمولی سی چادر بھی رہتی۔ اسی عسرت اور غربت میں ماں بیٹا اپنا وقت گزار رہے تھے۔

ایک دن والدہ کی طبیعت خراب تھی۔ صحیح اٹھ کر پانی لینے نہ جاسکی۔ شام کو بیٹا گھر آیا تو ماں نے انہائی تنگی سے بیٹے کو کہا کہ وہ محلہ میں گھر کے بالکل نزدیک پانی کا نکا لگوادے تاکہ دور نہ جانا پڑے۔ ماں یہ نہیں کہہ رہی تھی کہ میونسل کمیٹی کا نکا اسکے گھر میں لگوادے۔ اسکی درخواست تو بالکل جائز تھی۔ محلہ میں گھر کے نزدیک لیکن باہر، سرکاری پانی کا بند و بست ہونا چاہیے۔ جائز درخواست، بالکل درست بات۔ بیٹے نے جواب دیا کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی کرو سکتا ہے۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے زار و قطار و ناشروع کر دیا۔ پانی کا محلہ کیلئے سرکاری نلاکا۔ کیا یہ بہت بڑی فرمائش ہے؟ بیٹے کی آنکھوں میں بھی سیلا بآگیا۔ والدہ کے پاؤں پکڑے اور زمین پر بیٹھ گیا۔ جواب وہی پرانا تھا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اگر میں اپنے محلہ میں پانی کا انتظام کروں گا تو لوگ طعنہ دینگے کہ میں نے اپنی سرکاری پوزیشن سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کیونکہ اسکے صوبے میں آج تک ہر محلہ میں سرکاری پانی کی فراہمی یقینی نہیں بنائی جاسکی۔ دوسری بات، اگر وہ اپنے گھر میں میونسل کمیٹی کا پائپ لگواتا ہے، تو پوری ریاست میں لاکھوں ایسے گھر ہیں جہاں سرکاری پانی نہیں جاتا۔ اگر ہر گھر میں سرکاری پانی جائیگا تو اس پر حکومت کا بہت زیادہ پیسہ خرچ ہو گا۔ ابھی سرکاری خزانہ میں اتنے پیسے موجود نہیں۔ بوڑھی عورت خاموش ہو گئی کیونکہ بیٹا درست بات کہہ رہا تھا۔ یہ کسی ادنی درجہ پر کام کرنے والے کا گھر نہیں

تھا۔ ویسے ادنیٰ تو کوئی کام نہیں ہوتا۔ یہ گھر تامل ناظر کے وزیر اعلیٰ کے کام راج کا تھا۔ ایک ایسا دیومالائی سیاسی لیڈر جو جسے چاہتا، ہندوستان کا وزیر اعظم بنادیتا تھا۔ اندر را گاندھی کو وزیر اعظم بنوانے میں کام راج کا ہی ہاتھ تھا۔ ہندوستانی سیاست کا بے تاب باوشاہ اور تامل ناظر کا وزیر اعلیٰ ایمانداری اور کردار کی کس بلندی پر تھا۔ اسکا فیصلہ خود کر لیجئے۔

معاملہ یہاں ختم نہیں ہوتا۔ کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ بلکہ درست لفظ تو یہ ہیں کہ سچا واقعہ بھی جاری ہے۔ کام راج کی کابینہ کے پی۔ ڈبليو۔ ڈی کے وزیر کو جب واقعہ کی بھنک پڑی تو اس نے فوری طور پر وزیر اعلیٰ کی ضعیف والدہ کی خواہش کا احترام کیا۔ محکمہ کے وزیر کے حکم پر چند گھنٹوں میں عینی یار کے گھر میں میونپل کمیٹی کا پانی فراہم کر دیا گیا۔ پی۔ ڈبليو۔ ڈی کے وزیر نے یہ کام شائد وزیر اعلیٰ کو خوش کرنے کیلئے کیا ہوگا۔ رات کو معمول کے مطابق جب کام راج گھر آیا تو اپنے گھر میں سرکاری پانی کی فراہمی دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اس نے تو ایسا کوئی حکم صادر نہیں کیا تھا۔ فوراً محکمہ کے افسران اور وزیر کو بلا یا گیا۔ پی۔ ڈبليو۔ ڈی کے وزیر نے اعتراف کیا کہ سرکاری نلکے کی فراہمی کا حکم اس نے دیا تھا۔ یہ صرف اسلیے کیا گیا کہ وزیر اعلیٰ کی والدہ بہت ضعیف ہیں اور انکے لیے محلہ سے باہر جا کر پانی لانا بہت مشکل ہو چکا ہے۔ کام راج، وزیر اعلیٰ تھا۔ یاد رہے کہ تامل ناظر ایک بہت بڑی ریاست ہے۔ وہ شدید غصہ میں آگیا۔ اپنے گھر میں سرکاری پانی کے نل کو فوری طور پر کٹوادیا۔ اسکا کہنا تھا کہ تامل ناظر کی ہر ضعیف عورت اسکی والدہ ہے۔ جب پوری ریاست میں سرکاری پانی کی فراہمی ممکن نہیں بنائی جاسکی تو اسکی اپنی والدہ کو بھی کوئی رعایت نہیں دی جاسکتی۔ میونپل کمیٹی کے اہلکار اور وزیر جواب سنکر فوچکر ہو گئے اور جب تک کام راج وزیر اعلیٰ رہا، انہوں نے اسکے گھر میں کوئی جائز اور سرکاری سہولت دینے کا خواب تک نہیں دیکھا۔ کوئی الف لیلی کی کہانی نہیں سنارہا۔ صدیوں پہلے کے کلاسیکل پیر یڈ کی بات بھی نہیں کر رہا۔ ساٹھ اور ستر کی دہائیوں کا ذکر ہے۔ وہی دور جس وقت ہمارے ملک میں لوٹ کھسوٹ اور شوت کا بازار مکمل طور پر گرم ہو چکا تھا۔ گرم کیا، بازار مصر بن چکا تھا۔

کام راج سیاسی طور پر اس درجہ مضبوط تھا کہ نہ صرف اندر گاندھی بلکہ لال بہادر شاستری بھی صرف اور صرف اسکی بدولت وزرات عظمیٰ کے تحت پر بیٹھ سکا تھا۔ کام راج ہی تھا جس نے چالیس برس قبل غریب طلباء، طالبات، مزدوروں، محنت کشوں کیلئے سرکاری سطح پر کھانے کا انتظام کیا تھا۔ یہ اس مرد عجیب کا کارنامہ تھا جسے بعد میں ہندوستان کی کئی ریاستوں نے نقل کیا۔ کام راج کا غرباء کیلئے یہ بے مثال کام تامل ناظر میں کسی تعطل کے بغیر آج بھی جاری ہے۔ تعلیمی میدان میں غریب بچوں کی مفت تعلیم بھی اسی کا ایک کارنامہ ہے۔ اقتدار کے بھرپور سوچ سے درویش شخص نے اپنے گھر میں سرکاری فائدہ کی ایک کرن تک نہیں آنے دی۔ ایک دن فیصلہ کیا کہ اب اپنی سیاسی جماعت کی تنظیم نو کریگا۔ اس نے وزیر اعلیٰ کے عہدے کو چھوڑنے کا فیصلہ کر دیا۔ ہندوستان کے وزیر اعظم نے اسکے سامنے ہاتھ جوڑے کہ وہ استغفار نہ دے۔ مگر کام راج فیصلہ کر چکا تھا۔ اُٹل فیصلہ۔ استغفاری دینے کے بعد اپنی سیاسی پارٹی کیلئے کام کرتا رہا۔ یہ فیصلہ آخری دم تک قائم رہا۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ اس عظیم شخص کا فیصلہ کہ وزارت اعلیٰ کوئی بڑا منصب نہیں بلکہ اصل کام تو اپنی سیاسی جماعت کو مضبوط کرنا اور لوگوں کی خدمت کرنا ہے۔ سیاست کی دنیا میں ایک انوکھے سیاسی باب کا اضافہ کر گیا۔ کام راج کی نقل کرتے ہوئے، چھریا ستون کے وزراء اعلیٰ نے اپنے اپنے عہدوں سے استغفاری دے ڈالا اور باقی زندگی پلٹ کر بھی واپس نہیں دیکھا۔ تین مرتبہ وزیر اعلیٰ رہنے والا کام

راج ہندوستان کی عوامی سیاست کا ایک دیومالائی کردار بن چکا ہے۔

قطعًا گزارش نہیں کر رہا کہ ہندوستان میں سیاستدان دودھ کے دھلے ہوئے ہیں۔ لسانی، نسلی اور معاشرتی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر جب یہ سب ضبط تحریر کر رہا ہوں تو عجیب سی کیفیت ہو چکی ہے۔ ایک ایسی کیفیت جس کا کوئی نام نہیں یا شائد بہت سے نام ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے مقتدر طبقہ کی طرف نظر پڑ جاتی ہے۔ ہر گز ہر گز نہیں چاہتا کہ تقابلی جائزہ لوں۔ مگر حقیقتیں اور سچ سامنے آ کر میرے قلم پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ قیام پاکستان سے لیکر آج تک اپنے سیاسی مزاج اور کلچر کا جائزہ لیں۔ خاموشی سے سوچیے۔ گنتی کے چند ایماندا را اور سادہ سیاستدانوں کے علاوہ ہر طرف اندھیر نگری نظر آئیگی۔ مثال دیتے ہوئے بھی الجھن ہوتی ہے، شائد تکلیف ہوتی ہے۔ آپ وزراء اعظم، صدور، وزراء اعلیٰ کو تو خیر چھوڑ دیجئے۔ انکا ذکر کرنا ہی عبث ہے۔ اعلیٰ سرکاری ملازمین سے لیکر تمام اعلیٰ ریاستی عہدوں دار کسی صورت میں سادہ زندگی گزارنے کے قائل نہیں۔ معاشرے کی دیگ کے ایک دانے سے ہر طرح کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جیرانی ہوتی ہے جب قلیل تنخواہ حاصل کرنے والے اعلیٰ سرکاری افسروں کے پاس مریضہ بیز اور بی ایم ڈبلیو گاڑیاں نظر آتی ہیں۔ جو اہلکار اقتدار اعلیٰ کے نزدیک ہے۔ اسکے تمام گناہ معاف ہیں بلکہ وہ آب زمزم میں دھلا ہوا ہے۔ مگر غیر سیاسی اور قدرے ایماندا سرکاری ملازم بیکاری زندگی گزار رہے ہیں۔ انکو چون چن کرو وہ ادنیٰ پوسٹنگ دی جاتی ہیں جہاں وہ صرف اور صرف وقت گزارتے ہیں، بلکہ زندگی ضائع کرتے ہیں۔ انکی اہلینیں اور صلاحیتیں کبھی بھی ملک و قوم کیلئے ثبت طریقے سے استعمال میں نہیں لائی جاتیں۔ پیرس سے ایک دوست نے فون کر کے بتایا کہ شانز الیزا کے نزدیک ایک انتہائی مہنگی مارکیٹ ایک نوجوان سرکاری ملازم نے ملازمت کے ٹھیک دس سال بعد خریدی ہے۔ قطعاً عرض نہیں کر رہا کہ ہندوستان میں تمام سیاستدان کام راج جیسے ہیں اور ہمارے ہاں تمام سیاستدان کرپٹ ہیں۔ ایک قریبی عزیز حکومتی ایم پی اے کو دیکھتا ہوں تو قدرے حوصلہ ہوتا ہے۔ دوسری بار پنجاب میں ایم پی اے بناتے ہیں۔ حکومتی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر اسکے پاس ذاتی گھر تک نہیں ہے۔ اسکے پاس صرف ایک گاڑی ہے جو اکثر اسکے استعمال میں رہتی ہے۔ بچے آج بھی ویگن پرسکول جاتے ہیں۔ کرایہ کے مکان میں رہنے والا یہ شخص ہمارے ہی معاشرے کا حصہ ہے۔ اسکا آبائی گھر بھی محض پانچ مرلے کامکان ہے۔ وہ بھی والد نے بیس سال پہلے تغیر کیا تھا۔ مگر اس طرح کے صاف سترے سیاستدان ہمارا سیاسی نظام زیادہ دیر برداشت نہیں کرتا۔ تھوڑے عرصے بعد ان بلند کردار لوگوں کو کونے کھدروں کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ بھی یہی ہوگا۔ میرا خیال ہے، ہورہا ہے۔ کام راج جیسے عظیم لوگ اگر ہر شعبہ میں ہونگے تو ہی ملک ترقی کر پائیگا۔ ورنہ بدیسی روپوں میں اور بین الاقوامی اقتصادی ادارے ہمارا تماشہ بناتے رہنگے اور ہم تماشہ بنتے رہنگے۔ ساٹھ سال سے تو یہی ہوتا آرہا ہے۔ مجھے اپنے ملک کے کام راج کا شدت سے انتظار ہے!